ایبولا: انسانوں کا خاموش قاتل

تحریر: سہیل احمد لون

مغربی افریقہ کے چند ممالک ان دنوں ایک جان لیوا وبائی مرض (Ebola) کے زیرِ عتاب ہے جس کے نتیجے میں اب تک تقریباً ساڑھے چار ہزار افریقی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔(Liberia Sierra Leone and Guinea) تین ممالک ایسے ہیں جہاں سب سے زیادہ لوگ اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ جب اس وبائی مرض کا پتہ چلا تو اس وقت بین الاقوامی صحت کے ادارے (WHO) نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور نہ ہی اسے بین الاقوامی میڈیا میں کوئی خاص کوریج دی گئی۔ وبائی مرض کے تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے جب ہلاکتوں کی تعداد ہزار سے تجاوز کر گئی تو اسے بین الاقوامی خبر کے طور پر نشر کرنا شروع کیا گیا جس کے بعد اقوام متحدہ اور دیگر رفاعی ادارے حرکت میں آ گئے۔ مغربی افریقہ کے ان ممالک میں جہاں لوگ (Ebola) کا تیزی سے شکار بنتے جا رہے تھے ان کی مدد کے لیے طبی سہولتیں مہیا کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ چند روز قبل امریکہ کی ریاست ٹیکساس میں ایک ہیلتھ ورکر جو مغربی افریقہ سے پیشہ وارانہ فرائض ادا کرنے کے بعد واپس آئی تھی جب اس کو بھی اس بیماری میں مبتلا پایا گیا جو آٹھ اکتوبر کو زندگی کی بازی ہار گئی تو یہ امریکہ، برطانیہ سمیت مغربی ممالک میں ایک بریکنگ نیوز بن گئی۔ ابھی یہ خبر ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی کہ ایسا ہی کیس سپین کے شہر میڈرڈ میں بھی منظر عام پر آ گیا۔ سپین کے بعد جرمنی میں پہلے (Leipzig) میں ایسا کیس سامنے آیا متاثرہ مریض بھی ہیلتھ ورکر تھا جو مغربی افریقہ بیماروں کی مدد کے لیے گیا مگر خود اس بیماری کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کے بعد جرمنی کے شہر فرینکفورٹ میں دوسرا کیس بھی رپورٹ ہو گیا۔ اس کے بعد امریکی ریاست ٹیکساس میں بھی دوسرا کیس سامنے آ گیا جس میں ایک نرس جو مغربی افریقہ طبی سہولتیں دینے کی غرض سے گئی تھی اسے بھی وبائی مرض نے اپنی گرفت میں کر لیا۔ یورپ، امریکہ میں تا حال تقریباً آٹھ ہیلتھ ورکرز، ڈاکٹرز زیرِ علاج ہیں جو مغربی افریقہ اپنی ڈیوٹی سے واپس آئے ہیں۔ براک اوبامہ نے پینٹاگون کو اجازت دی ہے کہ وہ اس وبائی مرض سے نبٹنے کے لیے اپنے (reservists) وہاں بھیجے۔ اس کے علاوہ (WHO) نے بھی اپنی کارروائیوں کی رفتار تیز کر دی ہے۔ یورپین ہیلتھ کمیشنر جناب ٹونیو بورگ ان دنوں برسلز میں بہت متحرک دکھائی دے رہے ہیں انہوں نے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے تعاون سے (Liberia, Guinea and Sierra Leone) سے آنے والے مسافروں کو متعلقہ ہوائی اڈوں پر مخصوص سکریننگ ٹیسٹ کروانے کا کہا ہے۔ تاکہ فضائی سفر کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا جائے کہ کوئی مسافر اس موذی مرض کا شکار تو نہیں۔ اس کے علاوہ یورپی ہیلتھ منسٹر نے 28 یورپی ممالک کو اپنے ہوائی اڈوں پر مغربی افریقہ سے آنے والے مسافروں کو مخصوص سکریننگ کرنے کا مشورہ بھی دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سابق سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے ترقی یافتہ ممالک کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ انہوں نے بروقت ردِ عمل نہ کر کے اس بیماری کو اس حد تک پھیلنے دیا کہ جس سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ہزاروں میں جا پہنچی ہے۔ برطانیہ میں موجود گھانا کے سفیر نے بی۔ بی۔ سی میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر

یہ وبائی مرض اگر کسی امیر ممالک کے خطے میں پھیلی ہوتی تو اس کا ردعمل اتنا تیز ہوتا کہ اس کو خطرناک حد تک پھیلنے کا موقع نہ ملتا۔ یورپ، امریکہ میں چند جگہوں پر لوگوں نے پلے کارڈ اٹھا کر مظاہرے بھی کیے جس پر یہ درج تھا کہ مغربی افریقہ سے آنے والی فلائٹس کو بند کر دیا جائے۔ برطانیہ میں حالانکہ ابھی تک کوئی ایسا کیس سامنے نہیں آیا مگر برطانوی میڈیا نے عوام میں سنسنی پھیلانے میں یورپین اور امریکی میڈیا کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے ممالک میں جیسے ٹی وی پر لوگ سیاسی پیش گوئیاں کرکے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قربانی سے پہلے قربانی ہوگی، موجودہ حکومت اتنے دنوں میں ختم ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی برطانوی میڈیا میں (Ebola) کی برطانیہ میں آمد کو باقاعدگی سے نشر کر کے عوام کو پریشان کیا جا رہا ہے۔ پیش گوئی کے مطابق کرسمس تک یہ وبائی مرض برطانیہ میں پہنچ جائے گی۔ بیماری کی علامات اور اس سے نمٹنے کے لیے تدابیر کو اتنا فوکس کیا جا رہا ہے کہ برطانوی شہری کرسمس پر بیماری سے بچنے والے فول پروف سوٹ میں نظر آئیں۔ میڈیا میں (Proximity) کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے مگر اسی طرح (Numbers and magnitude) بھی خبری اقدار کا خاصہ ہوتا ہے۔ غریبوں کے خطے مغربی افریقہ میں وبائی مرض سے ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد بلاشبہ اتنی زیادہ تھی کہ اسے بین الاقوامی میڈیا میں توجہ کا مرکز بننا چاہیے تھا۔ مغربی ممالک اور امریکی ریاست ٹیکساس میں چند کیس سامنے آنے سے کم از کم غریب افریقی ممالک کے لیے سب نے یکجا ہو کر کوششیں تیز کر دیں۔ حالانکہ اس میں مغربی افریقہ کے غریب لوگوں کو بچانے سے زیادہ کوشش اس بات کی جا رہی ہے کہ کہیں (Ebola) سچ مچ پھیل کر کرسمس تک برطانیہ اور یورپ میں نہ آ جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اب چند دنوں میں اس بیماری پر قابو پا لیا جائے گا کیونکہ گوروں کا اصول ہے کہ (Kill it before it kill to you)۔ وطن عزیز میں گزشتہ کئی برسوں سے ہم ڈینگی کا شکار ہو رہے ہیں، حکومتی اور ریاستی ادارے اس مرض سے عوام کو نجات دلانے میں ناکام ہیں۔ اگر کسی طرح برطانیہ، یورپی ممالک، امریکہ یا کینیڈا تک اس مرض کے پھیلنے کا خوف پھیلا دیا جائے تو یقیناً (WHO) سمیت دیگر ادارے بھی حرکت میں آ جائیں گے جس سے فی سبیل اللہ اس وبائی مرض سے نجات دلانے کے لیے مستقل بنیادوں پر اقدام کیے جائیں گے۔ مگر ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی گورے یا گوری کو ڈینگی نہ ہو۔ کیونکہ ان ممالک میں حکمران طبقہ عوام کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے اور شہری کی جان کی قیمت اس کے مالی رتبے سے مشروط نہیں ہوتی۔ مگر اپنا سماج چونکہ طبقات میں بٹا ہے بالکل عالمی برادری کی طرح کہ اگر افریقا میں وبائی بیماری پھیلتی ہے تو "عالمی رفاعی اداروں" کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی لیکن اگر وہی وبائی مرض ترقی یافتہ ممالک کا رخ کر لے تو یہ ایک موذی مرض قرار دے کر ہر انسانی کوشش کی دیوار اس کے رستے میں کھڑی کر دی جاتی ہے۔ بہر حال یہ ترقی یافتہ اور طاقتور قوموں کا حق بھی ہے کہ جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات ہی ہوتی ہے۔ اپنے ملک میں بھی جس بیماری کا شکار عام آدمی ہو جائے وہ اُس ختم کرنے کیلئے نصاب کا حصہ بنا دیا جاتا ہے تاکہ اُس سے بچنے کی تدابیر کی جائیں لیکن اُسے ختم کرنے کیلئے ریاستی کوششیں ہمیشہ ناکافی ہوتی ہیں۔ حالانکہ افریقا میں ایبولا نامی بیماری سے اتنے افراد موت کے منہ میں نہیں گئے جتنے پاکستان میں دہشتگردی کا نشانہ بن گئے لیکن ہم نے ڈینگی کو نصاب کا حصہ بنا دیا لیکن دہشتگردی سے بچنے اور اس کے سدباب کیلئے اس موذی دہشتگردی کو بچوں کے نصاب سے دور ہی رکھا کہ کہیں ہمارے بچے حقائق سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ وبائی بیماریاں ہمیشہ سے کبھی انسان کے مقابل رہیں اور کبھی تعاقب میں اور یہ انسان ہی

ہے جس نے ہمیشہ وبائی بیماریوں پر قابو پالیا۔ سلام ہے اُن لوگوں کو جنہوں نے چیچک، خسرہ، ہیضہ، تپ دق، کالی کانسی اور اس جیسے دوسرے مرض ختم کرنے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور آنے والی نسلوں کو اِن موذی امراض سے بچالیا۔ ایسی عظیم کاوش کیلئے اپنی زندگیاں انسانیت پر قربان کرنے والوں نے کسی مرض کا علاج دریافت کرتے ہوئے کبھی یہ نہیں سوچا ہے اس علاج سے صرف امیروں کو بچانا ہے اور غریبوں کو اس سے محروم رکھنا ہے لیکن سرمائے کی اس دنیا میں وائرس پھیلانے اور اینٹی وائرس بیچنے والے ایک ہی لوگ ہیں۔ ان کے نزدیک انسان، انسان نہیں ایک نفع یا نقصان ہے سو سرمایہ دار کبھی بھی انسانوں کے ساتھ نہیں ہوتا ہمیشہ اپنے نفع کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ ایبولا کا مرض بھی ختم ہوجائے گا لیکن اس کی ویکسین اُن وقت مارکیٹ میں آئے گی جب دنیا بھر کے انسانوں کو اس سے خوفزدہ کرکے اس کی مارکیٹنگ مکمل کرلی جائے گی۔ سچ تو یہی ہے اور کڑوا بھی مگر جب حقیقت چیخ رہی ہو تو اُس سے چشم پوشی قلمی بددیانتی ہوتی ہے اور میں کم از کم اس کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

17-10-2014.